نیکی اور بدی کی لذتوں کی حقیقت

قاری نعیم الحق نعیم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)

رمضان المبارک کے صیام و قیام، تلاوت قرآن اور صدقات و خیرات کا مقصد اصلی یہی ہے کہ انسانی مزاج نیکی کی طرف پہلے کی نسبت زیادہ راغب ہو جائے بلکہ اس کے لیے خیر کے کاموں میں مقناطیسی کشش پیدا ہو جائے اور برائی .... یعنی معصیت الٰہی سے نہ صرف وہ رک جائے بلکہ اسے اس سے نفرت ہو جائے اور اس کا مزاج اس طرف رخ کرنے سے انکار کر دے............ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان گزر جانے کے بعد ہم میں سے بہت سے لوگ پہلے کی سی آزادی محسوس کرنے لگتے ہیں یعنی دین سے آزادی، اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب پیغمبر ﷺ کے ارشادات سے آزادی۔ برائی کی طرف پھر وہی میلان شروع ہو جاتا ہے اور معاصی کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہوتے ہیں۔

ہم برائی میں یہ کشش کیوں محسوس کرتے ہیں؟ اور نیکی میں ہمیں یہ جاذبیت کیوں نظر نہیں آتی؟ اس اہم اور مشکل سوال کا جواب استاد گرامی حضرت حافظ نعیم الحق نعیمؒ نے جس مدلل طریقے اور روانی سے دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت الاستاذ کی یہ غیر مطبوعہ تحریر ہے، جسے قارئین کی خدمت میں پیش کر کے ہم ایک طرف خوشی محسوس کر رہے ہیں، تو دوسری طرف ان کی یاد پھر سے ستا رہی ہے اور ان کی جدائی کا کانٹا پھر سے دل میں چبھ رہا ہے۔ (**غفر اللہ لہ ولوالدیہ واجزل ثوابہ**)............ [حافظ عبدالوحید]

یہ سوال ذہن میں ابھر کر اکثر الجھن کا باعث بنا رہتا ہے کہ برائی میں اتنی لذت کیوں ہے کہ لوگ اس میں کشش محسوس کرتے ہیں؟ اور نیکی میں یہ کشش کیوں نہیں ہے کہ لوگ نیکی نہیں کرتے؟ کچھ دین دار حضرات یہ کہہ کر مزید پریشان کر دیتے کہ دین پر چلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ تشفی بخش جواب دے کر ممنوں فرمائیں۔

[محمد سلمان (شادمان کالونی لاہور)، محمد یعقوب، عبدالسلام ظفر (شیش محل روڈ لاہور).....]

جواب

نیکی اور بدی کی لذتوں میں فرق

بظاہر تو ایسا ہی نظر آتا ہے کہ برائی میں لذت اور کشش ہے اور نیکی میں نہیں لیکن حقیقت اس طرح نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات اور اسلامی تاریخ ایمان افروز سچے واقعات پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ برائی میں اگر کچھ لذت ہے تو نیکی میں اسکے مقابلے میں دس گنا بلکہ کئی گنا زیادہ لذت پائی جاتی ہے۔ بلکہ دونوں لذتوں کا مقابلہ کرنا شاید چراغ اور سورج یا ذرے اور پہاڑ کا باہم مقابلہ کرنے کے مترادف ہو۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ دونوں لذتوں میں کچھ فرق ہے جو عام طور پر ہماری نظروں سے اوجھل رہتا ہے اور اس وجہ سے ہم لوگ نیکی میں لذت و حلاوت کی موجودگی کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ پہلا فرق دونوں میں یہ ہے کہ برائی کی لذت ظاہری ہوتی ہے اور نیکی کی لذت باطنی ہوتی ہے یعنی برائی کی لذت کا تعلق اس کے ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے اور نیکی کی لذت نیکی کے باطن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں برائی کی لذت تو انسان کو اس کے ظاہری طور پر اپنا لینے اور اس کے آغاز ہی میں بلکہ اس کے تصور ہی سے محسوس ہونے لگتی ہے۔ جبکہ نیکی کی لذت اسے اس وقت تک محسوس نہیں ہوتی جب تک کہ وہ نیکی کے اندر تک نہ چلا جائے، یا خود نیکی اس کے اندر تک اچھی طرح سرایت نہ کر جائے۔

﴿**ولما یدخل الایمان فی قلوبکم**﴾ [الحجرات:۱]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(**حجبت النار بالشھوات، وحجبت الجنة بالمکارہ**) [بخاری و مسلم، مشکوٰۃ:۴۳۹]

”دوزخ کے ارد گرد شہوات اور ایسے امور کی باڑ لگا دی گئی ہے جو نفس کیلئے مرغوب ہیں اور اور جنت کے ارد گرد ایسے امور کی باڑ لگا دی گئی ہے جو نفس پر گراں اور شاق ہوتے ہیں۔“

برائی اور نیکی کی صورت حال بھی جنت اور دوزخ کی صورت حال سے کچھ ملتی جلتی ہی ہے۔ ان کا ظاہر اور باطن بھی مختلف ہے اور ان کا ظاہر و باطن بھی مختلف ہے۔ برائی کا ظاہر مزین اور لذیز اور باطن خوف ناک اور تلخیوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ جب کہ نیکی کا ظاہر خشک اور بے مزہ ہے۔ لیکن باطن انتہائی پر کشش لذتوں اور شیرینیوں سے مملو ہوتا

ہے۔اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب دجال کا ظہور ہوگا تو اس کے پاس ایک جنت ہوگی اور ایک دوزخ۔ جسے وہ دوزخ کہے گا وہ حقیقت میں جنت ہوگی اور جسے وہ جنت باور کرائے گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔

الدجال اعور العین الیسری جفال الشعر معه جنة و نار فناره جنة و جنة نار (مسلم المشکوٰۃ ۸۷۳)

بعض بزرگوں کا یہ فرمان بھی غالباً اوپر بیان کردہ حقیقت ہی کا آئینہ دار ہے کہ شیطان بڑا مکار اور عیار ہے کہ وہ انسان کو دکھاتا تو چہرے کے خوبصورت نقش و نگار اور بناؤ سنگار ہے لیکن پہنچاتا اسے پیشاب پاخانے (کے مقام) پر ہے۔ جو انتہائی غلیظ اور بدبودار ہے۔

برائی کی مثال

اس کی مزید وضاحت کیلئے یوں سمجھئے کہ برائی زہر کی بنی ہوئی اس کڑوی گولی کی طرح ہے جس کے اوپر چینی اور دبیز تہہ چڑھا دی گئی ہو' جو شخص بھی اسے کھاتا ہے شروع شروع میں اسے لذت و حلاوت محسوس ہوتی ہے۔لیکن بعد میں وہی گولی اس کے کام و دہن کو ایسی تلخی سے دوچار کرتی ہے جو بالآخر اس کیلئے جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ آج کل مادی طور پر ترقی یافتہ مغربی ممالک اور مغرب زدہ ممالک میں جو انفرادی اور اجتماعی خودکشیوں کی کثرت نظر آتی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کے پیچھے بھی ان کی گنہگارانہ زندگی کی وہی زہریلی تلخیاں کارفرما ہیں جو انہیں مخلوط سوسائٹی اور جنسی آزادی (سیکس فری) کی لذت اندوزیوں اور ان کے لوازم و متعلقات کے نتیجے کے طور پر ہی حاصل ہوتی ہے **ولکن لا یعلمون** ۔اس لیے مادہ پرستوں کی ظاہری چمک دمک سے متاثر نہیں ہونا چاہئے اور نہ ان کی آزادانہ اور لذت کوشانہ زندگی کو للچائی ہوئی نظروں ہی سے دیکھنا چاہئے۔

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا لنفتنهم فیه (طٰہٰ ۱۳۱)

''اور کافروں کا سب شہروں میں گھومنا پھرنا تمہیں فریب میں قطعاً نہ ڈالے۔''

اسی طرح بازار حسن میں اپنی جوانی کی بہاریں برباد کرنے والوں اور برباد کرنے والیوں کا بڑھاپا دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سراپا درسِ عبرت بن کر بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہے ہوں۔

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو

اس لئے کہ اس قماش کیلئے لوگوں نے عہدہ شباب میں لذت کوشیوں اور برائی سے لذت اندوزیوں کے جو پھول اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں ایام پیری میں وہ تو سب مرجھا جاتے ہیں' البتہ ان کے ساتھ وابستہ کانٹے اسی طرح تیز و توانا حالت میں باقی رہ جاتے ہیں' جن کی شدید چبھن زندگی بھر انہیں محسوس ہوتی رہتی ہے بلکہ زندگی بعد از موت کے بارے میں غیر یقینی صورت حال میں سانپ ڈس ڈس کر ان کی زندگی میں مزید زہر گھولتا ہے اور یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتے رہتے ہیں۔ ع

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے ہم

گویا برائی کی لذت و کشش کی حقیت ع

چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات

سے زیادہ نہیں ہے۔

نیکی کی مثال

برائی کے عکس نیکی کو مالٹے' سیب' کیلے انار' بادام' اخروٹ اور دیگر پھلوں اور میوہ جات کی طرح سمجھنا چاہئے جن کا ظاہری اور بیرونی حصہ قدرے سخت اور بعض اوقات کڑوا ہوتا ہے۔ لیکن اندرونی حصہ نرم' شیرینی و حلاوت سے مملو اور انتہائی لذیذ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ نیکی میں مستغرق ہو چکے ہوتے ہیں یا نیکی ان کے قلب و روح کی گہرائیوں تک اتر چکی ہوتی ہے وہ کسی قیمت پر بھی اپنی نیکی سے دستبردار ہونے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ معاشرے میں ان کی تحقیر و تذلیل کی جائے یا ان کے مال و دولت اور ناموس و عزت کو نقصان پہنچایا جائے' ان پر طعنہ زنی کی جائے یا سنگ زنی' انہیں تپتے ہوئے پتھروں' ریگزاروں اور آگ کے انگاروں پر لٹایا جائے یا ان کے سروں پر لوہے کے آرے چلا کر ان کے جسموں دو حصے کر دیئے جائیں وہ ہر حالت میں اپنی نیکی سے اس قدر مسرور و مطمئن ہوتے ہیں اور اس قدر محظوظ و لطف اندوز ہو رہے ہیں ہوتے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ ہر قسم کا ظلم و ستم خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کی جفاکش اور سخت کوش طبیعت دیدنی ہوتا ہے کہ ۔

زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں

نیکی پر مبنی زندگی کی اندرونی لذتوں اور حقیقی مسرتوں کا اندازہ کرنا ہو تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ابتدائی مکی دور کے پرآشوب حالات اور بعد میں آنے والے اصحاب دعوت و عزیمت کے صبر و استقامت پر مبنی حیرت انگیز واقعات کو تفصیلاً پڑھئے اور پھر سوچئے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق، بلال حبشی،

صہیب رومی، سلمان فارسی، ابو ذر غفاری اور دیگر صحابہ کرام) کو اہل مکہ کے ظلم وستم، مفارقتِ وطن کے مصائب اور جہاد و قتال کے مشاکل برداشت کروائے؟ وہ کونسا سہارا تھا جس نے حضرت خبیبؓ کو اہل مکہ کے ہاتھوں قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھوائی اور ان کے پائے استقامت میں ذرا سی لغزش نہ آنے دی؟ وہ کونسی باطنی قوت ہے جس کی بنا پر امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ اور دیگر ائمہ کرام وقت کی حکومتوں سے ٹکرا گئے اور بڑی سے بڑی تکلیف انھیں نیکی، ایمان اور صبر و عزیمت کی راہ سے منحرف نہ کرسکی اور اُسی کیفیت کو آخر کیا نام دیا جائے جس کی بنیاد پر حضرت عبداللہ غزنوی نے اپنی نحیف و نزار بوڑھی کمر پر زبردست کوڑے کھائے، وطن مالوف سے ہجرت کرلی اور وقت کے حکمرانوں کی ناراضی مول لے لی باطل کے سامنے سرنگوں ہونا گوارانہ کیا؟

راقم کے خیال میں یہ دراصل وہی حلاوتِ ایمانی، لذتِ روحانی اور نیکی کی مسرت و شادمانی ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

((ثَلاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَ مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ۔)) [بخاری و مسلم، مشکوۃ:۲۱/۱]

''جس شخص میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ ان کی وجہ سے حلاوت ایمانی پالیتا ہے:

۱:۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲:۔ جو شخص کسی بندے سے محض اللہ کے لیے محبت رکھتا ہو۔

۳:۔ جو شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہو، وہ کفر میں اپنی واپسی کو آگ میں ڈال دیے جانے کے مترادف سمجھتا ہو''

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔)) [مسلم، مشکوۃ: ۱۲/۱]

''اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا''

اسی طرح قیصر روم ''ہرقل'' نے ابو سفیان وغیرہ کو بلا کر سر دربار جو سوالات کیے تھے، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا محمد (ﷺ) پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی شخص بعد میں دین اسلام سے متنفر ہو کر اس منحرف بھی ہو جاتا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں! اس پر ہرقل نے کہا کہ جب ایمان کی وجہ سے کسی شخص کو انشراح قلبی حاصل ہو جاتا ہے اور ایمان کی حلاوت ولذت اس کے دل میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر یہی صورت حال ہوتی ہے کہ وہ ایمان کے راستے سے منحرف نہیں ہوتا۔

((كَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ۔))

اور ابن اسحاق کی روایت کے الفاظ ہیں:

((كَذٰلِكَ حَلَاوَةُ الْإِيْمَانِ لَا تَدْخُلُ قَلْبًا فَتَخْرُجُ مِنْهُ۔)) [فتح الباری ۳۲/۱۔ ۳۸]

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ حلاوت ایمانی سے مراد ہے:

''اِسْتِلْذَاذُ الطاعات، و تحمل المشاق في الدين، و ايثار ذلك علی عرض الدنيا''

''یعنی نیکیوں کا لذیز محسوس ہونا' دین کے راستے میں مشقتوں کو برداشت کرنا اور دن کو ساز و سامانِ دنیا پر ترجیح دینا۔''

تفصیلاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نیکی اور ایما میں بھی ایک گونہ لذت ہوتی ہے' حلاوت ہوتی ہے' مزا ہوتا ہے مگر ہم لوگوں پر چونکہ مادیت اور مادہ پرستی غالب ہے' اس لئے ہمیں مادی چیزوں کی لذت اور حلاوت تو محسوس ہوتی ہے' ایمانی اور غیر مادی اشیاء کا ذائقہ اور مزا محسوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ کرکٹ' فٹ بال' ویڈیو گیمز اور دیگر کھیلوں میں ہم فرحت و نشاط محسوس کرتے ہیں۔ فلم' ڈرامہ' ریڈیو' ٹی وی' وی سی آر دیکھنے میں ہمیں لطف آتا ہے۔ اداکاروں اور اداکاراؤں کی تصاویر کے نظارے میں ہمیں لذت محسوس ہوتی ہے۔ ناول' افسانے اور من گھڑت قصے کہانیاں پڑھ کر ہمیں ذہنی عیش و سکون حاصل ہوتا ہے۔ اہل مغرب اور ان کی آزاد معاشرت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ نامحرم رشتہ دار اور اجنبی عورتوں سے گفتگو' نظر بازی اور تعلقات استوار کرنے کو فخر اور بہادری کا کام سمجھتے ہیں۔

اس کے برعکس نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور دیگر بنیادی فرائض کی ادائیگی ہمیں بار گراں محسوس ہوتی ہے۔ جہاد وقتال کے تصور سے ہم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ تلاوت قرآن' ذکر اللہ اور دعا و مناجات کے نام سے ہمیں دحشت سی ہونے لگتی ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور ضروری احکام کا علم حاصل کرنا ہم اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اسلامی شکل و صورت کا اختیار کرنا ہمارے لئے باعث ننگ و عار ہوگیا ہے۔ بڑوں اور بزرگوں کا ادب واحترام بجالانے میں ہمیں عزت کی کمی کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس بے شمار اچھے کام ہیں جو ہمیں برے لگتے ہیں اور لاتعداد برے کام ہیں جو ہمیں اچھے معلوم ہوتے ہیں ۔

کتنی چیزیں ہیں کہ ان سے نفرت ہے بہت
اور کوئے یار میں ان چیزوں کی وقعت ہے بہت

اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ہمارا مزاج بگڑ گیا ہے اور ہماری فطرت سلیمہ بدل گئی ہے۔ جس طرح ایک صحت مند انسان کا مزاج جب غلبہ صفراء کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے تو اسے شہد بھی کڑوا محسوس ہونے لگتا ہے' اسی طرح ہمارے روحانی مزاج پر مادہ پرستی اور گناہوں کے صفراء کا غلبہ ہوچکا ہے جس کی وجہ سے ہمیں ایمان اور نیکی کے کاموں میں لذت و حلاوت محسوس نہیں ہوتی۔

گویا قصور ہمارا اپنا ہے' ہمارے صفراوی مزاج کا ہے' ایمان اور نیکیوں کا کوئی قصور نہیں۔ ان میں کوئی تلخی اور کرواہٹ نہیں وہ تو سراسر شیرینی و حلاوت ہیں' بشرطیکہ ہم صحیح المزاج ہوں' کیونکہ فاسد المزاج انسان کے ذائقے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ لہٰذا پہلے اپنا روحانی مزاج درست کیجئے پھر دیکھئے نیکیوں میں لذت ہوتی ہے یا نہیں اور یاد رکھئے کہ وہ مریض بہت خوش نصیب و سعادت مند ہوتا ہے جو اپنے آپ کو مریض سمجھے اور بغرض علاج کسی ماہر کے پاس جائے اور پھر اس کے تجویز کردہ نسخے کو استعمال میں لائے اور وہ مریض انتہائی بدنصیب ہوتا ہے جو اپنے معالج میں کیڑے نکالے اور اس کے تجویز کردہ نسخے کو بدمزہ قرار دے کر مسترد کردے۔

برائی میں لذت کیوں رکھی گئی ہے؟

پیچھے بیان کیا جاچکا ہے کہ برائی میں بھی لذت ہوتی ہے اور نیکی میں بھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ برائی کی لذت عارضی' قلیل ہوتی ہے۔ جب کہ نیکی کی لذت دائمی' باطنی اور کثیر ہوتی ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر برائی میں لذت رکھی ہی کیوں گئی ہے؟ اگر برائی میں لذت سرے سے رکھی ہی نہ جاتی تو شاید لوگوں کو نیکیوں کی طرف زیادہ رجحان ہوتا۔

تو اس سلسلے میں فلسفہ خیر وشر اور اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ نظام قدرت پر لمبی چوڑی بحثوں کے بجائے صرف اتنا پیش نظر رہنا چاہئے کہ یہ دنیا انسان کیلئے دارالامتحان ہے' دارالجبر نہیں۔ یعنی کسی کو یہاں زبردستی نیک یا برا نہیں بنایا جاتا۔ اس لئے انسانی خواہشات ودیعت کردی گئی ہیں۔

ونفس وما سواها o فالهمها فجورها وتقوهاo (الشمس:۷۔۸)

شیطانی قوتوں کو انسان کے دل میں وسوسہ اندازی کی قوت دے دی گئی ہے۔

فوسوس لهما الشيطن ليبدى لهما ما ورى عنهما من سوأتهما (الاعراف:۲۰)

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا (الانعام:۱۱۳)

ان للشیطان لمة بابن آدم وللملک لمة (ترمذی' مشکوٰۃ:۱۹)

اور برائی میں کچھ ظاہری چمک دمک اور کشش بھی رکھ دی گئی ہے۔

زین للناس حب الشهوات (آل عمران:۱۴)

کذلک زینا لکل امة علمهم (الانعام:۱۰۹)

دوسری طرف انسان میں ملکوتی صفات ودیعت کردی گئی ہیں۔

فالهمها فجورها وتقوها (الشمس:۸)

ملکوتی قوتوں کو انسانی دل میں الہام اور نیکی کی بات القاء کرنے کی قوت دے دی گئی ہے۔

وللملک لمة (ترمذی' مشکوٰۃ ص:۱۹)

اذ یوحی ربک الی الملئکة انی معکم فثبتوا الذین امنو (الانفال:۱۲)

کان رسول الله ﷺ یقول لحسان ان روح القدس لا یزال یؤیدک ما نافحت عن الله ورسوله (بخاری ومسلم' مشکوٰۃ:۴۰۹)

اللهم ایده بروح القدس (مسلم' مشکوٰۃ ص:۴۰۹)

وایدنه بروح القدس (البقرۃ:۸۷)

اور خود نیکی کے اندر حقیقی لذت اور باطنی کشش بھی رکھ دی گئی ہے۔

الا بذکر الله تطمئن القلوب (الرعد:۲۷)

ثلاث من کن فیه وجدبهن حلاوة الایمان (بخاری ومسلم' مشکوٰۃ ص:۱۲)

تیسری طرف اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ اختیار' عقل وخرد اور خیر وشر میں تمیز کی قوت سے نواز دیا ہے تاکہ وہ انہیں استعمال کرکے نیکی اور برائی میں سے کسی ایک کا از خود انتخاب کرسکے۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعا بصيرا انا هدينه السبيل اما شاكرا واما كفورا (الدهر:۲۔۳)

فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر (الکہف:۲۹)

گویا نیکی اور برائی دونوں کے پلڑوں کو برابر کر کے اور انسان کو ارادہ واختیار اور عقل وتمیز دے کر صورت حال کچھ ایسی بنادی گئی ہے کہ ۔

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

اب پروانہ انسانی اگر نیکی کے "رخ روشن" کو پسند کر کے اس کی طرف آجاتا ہے تو وہ خوش نصیب اپنے امتحان میں پاس اور کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر وہ پروانہ "برائی کی شمع" کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کی چمک دمک سے متاثر ہو کر اسی کے گرد طواف کرنے لگ جاتا ہے تو پھر اس کا انجام بھی شمع کی طرح سوائے آگ میں جل مرنے کے اور کچھ نہیں ہوگا اور یوں وہ اپنے امتحان میں یقیناً فیل اور ناکام تصور کیا جائے گا۔

فاما من طغی ٥ واثر الحیوۃ الدنیا ٥ فان الجحیم ھی الماوی ٥ واما من خاف مقام ربه ونھی النفس عن الھوی ٥ فان الجنة ھی الماوی (النزعت:۳۷۔۴۱)

"پس جس شخص نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے سرکشی کی راہ اختیار کر لی، پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوسکتا ہے اور لیکن جو شخص اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفسانی خواہشات سے بچا رہا، پس اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہو سکتا ہے"۔

اب اس بات پر غور فرمائیے کہ اگر برائی میں چمک دمک اور لذت وکشش سرے سے موجود ہی نہ ہوتی تو کیا اسے انسانی امتحان و آزمائش کیلئے نیکی کے مقابلے میں رکھنا عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا؟ اور اس دنیا کو دارالامتحان کہنا مناسب ہوتا؟ ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔

عدل وانصاف میں بھی فضل ورحمت کا ظہور

یوں تو اللہ نے نیکی اور برائی کے پلڑوں کو برابر کر کے اور انسان کو ارادہ واختیار اور عقل وتمیز سے نوازا کر عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کر دیئے ہیں۔لیکن نیکی کا پلڑا بعض اعتبارات سے پھر بھی بھاری ہے اور وہ یوں کہ ایک تو نیکی کو انسان کی فطرت قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ برائی کی یہ حیثیت نہیں ہے۔

فطرۃ الله التی فطر الناس علیھا (الروم:۳۰)

ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانه او ینصرانه او یمجسبنانه (بخاری ومسلم مشکوۃ:۲۱)

دوسرے ملکوتی قوتوں کو شیطانی قوتوں کی بہ نسبت زیادہ طاقتور بنایا گیا ہے۔ اسی لئے ابلیس نے جنگ بدر کے موقع پر فرشتوں کے نزول کو دیکھ کر اپنے دوستوں سے کہہ دیا تھا کہ:

انی اری ما لا ترون انی اخاف الله (الانفال:۴۸)

"میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں"۔

تیسرے نیکی میں جو لذت رکھی گئی ہے وہ حقیقی اور دائمی ہے جب کہ برائی کی لذت ظاہری اور عارضی ہے۔ گویا ان تینوں اعتبارات وامتیازات کے پیش نظر یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کا نظام خیر وشر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کیساتھ ساتھ اس کے فضل و رحمت کا مظہر ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کائنات کی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے بلکہ وہ اللہ کے غیظ وغضب پر غالب آ چکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

عذابی اصیب به من اشآء ورحمتی وسعت کل شیء (الاعراف:۱۵۶)

"میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میری رحمت تو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔"

ان رحمتی تغلب غضبی (بخاری و مسلم)

"میری رحمت میرے غضب پر غالب آجاتی ہے۔"

کیا نیکی اور دین کا راستہ مشکل ہے؟

یہیں سے یہ بات وہ خود بخود سمجھی جا سکتی ہے کہ نیکی اور دین کے راستے پر چلنا زیادہ آسان ہے یا بدی اور بے دینی کے راستے پر؟ او پر کی معروضات سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ارحم الراحمین ہے اور اس کی پسند اور مرضی یہ ہے کہ اس کے بندے نیکی اور دین کے راستے پر چلیں، اس لئے اس نے اپنا نظام خیر وشر تخلیق کرتے وقت، نیکی کو نسبتاً آسان بنا دیا، تاکہ کسی کے پاس یہ عذر باقی نہ رہے کہ نیکی کا راستہ چونکہ مشکل تھا اس لئے میں اس پر گامزن نہ ہوسکا۔

چنانچہ اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالکل صریح ارشاد ہے۔ **الدین یسر** ۔

"دین آسان ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے علاقوں میں اپنے نمائندوں کو بھیجتے وقت انہیں خصوصی طور پر یہ ہدایت بھی دیا کرتے تھے کہ:

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا (بخاری ومسلم مشکوۃ:۳۶۳)

"لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور انہیں دین سے متنفر نہ کرو اور دین کے سلسلہ میں نرمی کرو تنگی نہ

کرو"

علماء کو چاہئے کہ وہ اس نقطے پر خصوصی توجہ دیں اور دین کو لوگوں کیسامنے مشکل اور نا قابل عمل بنا کر پیش نہ کیا کریں۔ اسی طرح قرآن کریم میں ارشاد ہے

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

"اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی اور آسانی کرنا چاہتا ہے' سختی اور تنگی نہیں کرنا چاہتا۔" (البقرۃ ۱۸۵)

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج:۷۸)

"اور اللہ تعالیٰ نے دین کے سلسلے میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں ڈالی۔"

اسی طرح قرآن وحدیث میں نیکی کیلئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کے مفہوم پر غور کرنے سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ نیکی کا راستہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے آسان ہے اور بدی کا راستہ مشکل ہے۔

چنانچہ نیکی کیلئے ایک لفظ استعمال ہوا ہے "**معروف**" جس کے معنی ہیں" جانا پہچانا کام" گویا نیکی ہر سلیم الفطرت انسان کی جانی پہچانی چیز ہے جس سے آراستہ ہونا کسی کیلئے بھی مشکل نہیں۔

دوسرا لفظ "**حسنہ**" ہے جو "حسن" سے مشتق ہے' جس کے معنی ہیں "خوبصورتی" گویا نیکی بھی ایک قسم کی خوبصورتی ہے اور کون شخص اتنا کور ذوق ہوگا کہ وہ خوبصورتی کی تمنا بھی نہ رکھتا ہو۔

نیکی اگر چہ اصل میں ایک قسم کی روحانی خوبصورتی کا نام ہے' لیکن جب انسان کی روح خوبصورت اور حسین وجمیل ہو جاتی ہے تو اس کے اثرات کسی نہ کسی حد تک اس کے جسم پر مترتب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ انتہائی سیاہ رنگ کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان کی زندگی چونکہ سراسر نیکی اور عبادت و ریاضت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے اس لئے ان کے چہرے پر سیاہ رنگ کے باوجود ایک عالم ہوتا ہے' ایک رونق ہوتی ہے' ایک خوبصورتی اور کشش ہوتی ہے۔ اس کے برعکس دریائے معاصی میں ڈوبے ہوئے' سفید رنگ بدکاروں کے چہروں کو بنظر غائر دیکھا جائے تو وہاں سفید رنگ کے باوجود ایک مہیب قسم کے ظلمت' ویرانی اور بدصورتی نظر آتی ہے۔

یہاں ملا علی القاری کے بیان کردہ اس نقطے کا ذکر بے جا نہ ہوگا جو انہوں نے درج ذیل حدیث کی شرح میں بعض علماء کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرنے فرمایا:

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا' ووعاھا واداھا........الخ

(احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی' مشکوۃ ص:۳۵)

"اللہ تعالیٰ تروتازہ اور پررونق رکھے اس بندے کو جس نے میری حدیث سنی' پھر اس کو یاد کیا اور یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا..."

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی القاری لکھتے ہیں:

وقد استجاب اللہ دعاءہ فلذلک تجد اھل الحدیث احسن الناس وجھا واجملھم ھیئۃ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو قبول فرمالیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں اہل الحدیث (محدثین کرام) کے چہرے سب سے زیادہ حسین اور ان کی ہیئت وضع سب سے زیادہ جمیل نظر آئے گی۔"

پھر اس کے بعد سفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی حدیث نبوی کا طالب (صادق) ہوگا' اس کے چہرے پر (خاص قسم کی) رونق اور تروتازگی ہوگی۔

ما من احد یطلب الحدیث الا وفی وجھہ نضرۃ ای بھجۃ صوریۃ او معنویۃ (مرقاۃ ص:۲۸۸)

مگر یاد رہے کہ نیکی کی خوبصورتی' تروتازگی اور رونق وکشش کے مشاہدے کیلئے نورِ بصارت کافی نہیں ہوتا' بلکہ نورِ بصیرت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

☆ نیکی کیلئے استعمال ہونے والے الفاظ میں سے تیسرا لفظ "**خیر**" ہے۔ جس کے معنی بھلائی کے ہیں اور واضح ہی رہے کہ جس کام کے بارے میں انسان کو معلوم ہو جائے کہ اس میں اس کا بلکہ پوری نوع انسانی کا بھلا ہے تو پھر اس کام کا کرنا اس کیلئے مشکل نہیں رہتا۔

اسی طرح جس چیز میں لذت پائی جاتی ہو یا نفع کی امید ہو اور اس سے سعادت حاصل ہو سکتی ہو' ان تمام چیزوں پر لغوی لحاظ سے لفظ "خیر" استعمال کیا جاتا ہے اور یہ تمام چیزیں ہر عقل مند انسان کو مرغوب ہوتی ہیں اور ان چیزوں کو حاصل کرنے کیلئے انسان ہر ممکن کوشش بھی کرتا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں مختلف مقامات پر خیر کا لفظ مال پر بھی استعمال کیا گیا ہے' سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

ان ترک خیرا ن الوصیۃ للوالدین

سورۃ العدیت میں ہے

وانه لحب الخير لشديد

ان دونوں مقامات پر"خیر" سے مال مراد لیا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر لفظ "خیر" کو ضر اور تکلیف کے مقابلے میں استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۱۷ میں ہے:

وان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیر۔

مذکورہ بالا معروضات سے معلوم ہوا کہ معروف، مزین، بہتر بلکہ بہترین اور خیر پر مبنی چیز کا نام ہے جب کہ برائی اس کے برعکس، بدصورت، بھیانک اور بدترین اور برے انجام پر مبنی ہوتی ہے۔ نیکی کے مقابلے میں برائی کیلئے عام طور پر قرآن مجید میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ (۱) منکر (۲) سیئہ (۳) شر

"منکر"

منکر کا لفظ قرآن مجید میں معروف کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی برائی، جھوٹ، نا آشنا اور اصلیت سے خالی چیز کے ہیں۔ قرآن مجید میں مومنین کی تعریف یہ بیان ہوئی ہے:

وینھون عن المنکر

کہ وہ منکر یعنی معاشرے کی اصلاح کے خلاف ہونے والے اور دیگر برے کاموں سے روکتے ہیں۔ حضرت یوسف کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوسف میں فرمایا:

فعرفھم وھم له منکرون

کہ یوسف علیہ السلام نے تو بھائیوں کو پہچان لیا مگر وہ بھائی ان سے نا آشنا تھے۔ حضرت سلیمان کے واقعہ میں مذکور ہے کہ:

نکروا لھا عرشھا (سورۃ النمل)

یعنی بلقیس کے تخت کی اصلی حالت تبدیل کر دو۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

یوم یدع الداع الی شیء نکر

قیامت کے دن پکارنے والا ایک ایسی چیز کی طرف پکارے گا جس کو لوگ مشکل اور برا محسوس کریں گے۔

"سیئہ"

سیئہ کا لفظ حسنہ کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ سیئہ کا معنی برائی اور بری چیز اور تکلیف دہ چیز ہے۔ سورۃ الاعراف ۲۶ میں ارشاد ہے:

یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم

"اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس (استعمال کرنے کا حکم) نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے برے حصوں (شرم گاہ جس کو تم لوگوں کے سامنے کھولنا پسند نہیں کرتے) کو چھپاتا ہے۔"

سورۃ ملک آیت ۲۶ میں ہے:

فلما راوہ زلفة سیئت وجوہ الذین کفروا

"جب قیامت کو قریب آتا محسوس کریں گے تو ان کے چہرے (اس بھیانک منظر کی وجہ سے) برے ہو جائیں گے۔"

"شر"

برائی کے لئے استعمال ہونے والا ایک لفظ "شر" ہے۔ جس کو قرآن مجید میں خیر کے مقابلے میں استعمال کیا گیا ہے، سورۃ زلزال میں ہے:

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ٥ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ٥

"شر" کے معنی ایسی چیز کے ہیں جس سے بے رغبت ہونا اور بچنا عقل مند کی عقل کا تقاضا ہے۔

الذی یرغب عنه الکل

اس لفظ کو آگ کے انگارے کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سورۃ المرسلت آیت ۳۲ میں ہے:

انھا ترمی بشرر کالقصر

"جہنم قیامت کے دن محلول جتنے بڑے بڑے انگارے باہر پھینکے گی۔"

"المختصر"

انسان کی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ ہر بری چیز اور تکلیف دہ چیز سے بچتا ہے اور ہر بھلائی اور منافع پر مبنی چیز حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے تو پھر اعمال کے سلسلہ میں معصیت کے راستے کو کیوں اختیار کیا جائے؟

(بشکریہ الاعتصام)

مومن بخیل نہیں ہوسکتا (حدیث)
AC
امین کیمیکلز
امپورٹ اینڈ سٹاکسٹ
Ph: 640340,634226
Mob:0303-6701190
Mob:0300-6605376
Res:634399
پروپرائٹر ایس ایم بلال امین
بالمقابل M.C.B۔ گول کریانہ ریل بازار فیصل آباد

سلفی بھائیوں کیلئے خصوصی رعایت
ہر قسم کے خشک دودھ کے ہول سیل ڈسٹری بیوٹرز
صوفی ٹریڈرز
پروپرائٹر: کاشف نعیم عرف صوفی
فیصل آباد بازار شاہکوٹ
فون دکان: 04658-713647